عالم کی زندگی......تاریخ کا ورق

پروفیسر غلام نبی
لاہور

حضرت مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ بتاریخ 6 فروری 2004 بروز جمعۃ المبارک اس دار فنا سے دار خلد کی طرف کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اور کہا جاتا ہے: سبیل الموت غایة کل حی. یعنی ہر زندہ کی انتہا موت کا راستہ ہے۔

ان کی موت نے بازار علم کی رونق کو کم کر دیا۔ علم وفن نے انہیں شرف وعزت بخشی اور انہوں نے علم کی خدمت کا حق ادا کر دیا۔ بستی اوڈانوالہ نے بڑے بڑے نامور اہل علم پیدا کیے۔ جن کی وجہ سے اس کی خاک کو شہرت دوام حاصل ہوئی۔ حضرت صوفی محمد عبداللہ عظیم مجاہد آزادی نے اس کی دھرتی کو ایسی رونق بخشی کہ اس کی قسمت کا ستارہ آسمان علم وفن کی بلندیوں پر چمکنے لگا۔ تاریخ نے ان کے نام کو ان کے ایثار وخلوص کو اور ان کی لازوال قربانیوں کو امانت سمجھ کر اپنے صفحات میں محفوظ کر لیا۔ رحمۃ اللہ علیہ وہ ایک ایسے کیمیا گر ثابت ہوئے کہ اس کی مٹی کو سونے کی کان میں بدل دیا۔ پھر یہ کان سونا اگلنے لگی۔

مولانا محمد صادق خلیل اسی کان کی پیداوار تھے۔ ان کے والد محترم کے حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب کے ساتھ مخلصانہ مراسم تھے۔ ان کی نگاہ انتخاب ان کے بچے صادق پر پڑی۔ انہوں نے بچے کو مانگ لیا۔ اور اپنی شفقت وتربیت میں لے لیا۔ باپ کی خوش قسمتی دیکھئے کہ اس نے اپنی عزیز متاع حیات کو اللہ کی راہ میں دے کر اپنی بخشش کا سامان کر لیا۔ بچہ علم کی منزلیں طے کرتا رہا۔ حتیٰ کہ بچہ علم میں پختہ ہو گیا۔ نصابی کتب پر عبور حاصل کر لیا۔ اب یہ حضرت صوفی عبداللہ کے مقدس ہاتھوں کا لگایا ہوا پودا! ایک تناور درخت بن چکا تھا۔ انہوں نے اپنے ہی مدرسہ میں ان کو مدرس رکھ لیا۔ ان کے علم کی ابتداء بھی یہی مدرسہ تھا۔ اور انتہا بھی یہی مدرسہ تھا۔ پھر ایک دنیا اس درخت کے ثمرات سے لذت یاب ہوئی۔

میں نے ان سے جو کتابیں پڑھیں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ سنن نسائی، کافیہ، قدوری، شرح وقایہ، فصول اکبری، قطبی، بوستان سعدی، میرے ہم سبق جو طلبہ تھے ان کے یہ نام ہیں: قدرت اللہ فوق، محمد علی جانباز، عبدالمجید سناٹوی، عبدالغفور فیصل آبادی، عبدالرحمٰن فیصل آبادی، صلاح الدین چک ۹۲ گ ب، محمد صدیق چک ۲۷ گ ب، یہ غالباً 1950 کے بعد کا دور ہے۔ یہ خالص علمی دور تھا۔ اساتذہ کرام کی سرگرمیاں نصابی کتب کی تدریس تک محدود تھیں۔ طالب علمی کے ابتدائی دور سے ہی مجھے عربی ادب پڑھنے کا بہت شوق تھا۔ اردو سے عربی میں ترجمہ کرنے کی مہارت حاصل کرنے کیلئے تعلیمی اوقات کے بعد عموماً میں حضرت مولانا کے گھر جایا کرتا تھا۔ یہ بہت حلیم الطبع انسان تھے۔ مجھے ٹائم دے دیا کرتے تھے۔ مجھے منفلوطی کے لکھے ہوئے ڈرامے، ناول اور افسانے پڑھنے کا بھی جنون تھا۔ میں ان میں موجود مشکل الفاظ، تراکیب، اور جملوں کی طویل فہرست تیار کرتا اور مولانا کے پاس لے جاتا۔ آپ کمال شفقت سے ان کی تشریح فرما دیتے۔ کبھی بخل سے کام نہ لیتے۔ متانت، وقار، کسر نفسی اور خندہ پیشانی آپ کی سیرت کا بڑا حصہ تھا۔ میرے دور طالب علمی پر عرصہ دراز گزر چکا تھا۔ مگر ان کے ذہن میں میری شناخت اور پہچان اسی طرح تازہ تھی جیسے آج بھی میں ان کا شاگرد ہوں۔ بڑی بے تکلفی کا اظہار کرتے اور مجھے کہتے کہ تم میرے ایسے شاگرد ہو جس پر مجھے ناز ہے۔

چند ہفتوں کی بات ہے کہ مولانا میرے قریبی محلہ کی مسجد میں تشریف لائے۔ میں بھی مسجد میں موجود تھا آپ کی طرف سے تفسیر قرآن (اصدق البیان) کی طباعت اور دیگر اخراجات کے سلسلے میں مالی اعانت کی اپیل ہوئی۔ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ میرے بارے میں میرے سامنے آہستہ سے پوچھا غلام نبی نے کتنی رقم دی ہے۔ محصل نے کہا کچھ رقم دی ہے۔ یہ عمل خیر کو مخفی رکھتے ہیں۔ بہت خوش ہوئے۔ آج وہ یہاں موجود نہیں ہیں۔ مگر ان کے کردار کی جھلکیاں پردہ ذہن پر نمودار ہو رہی ہیں۔ انسان عارضی ہے مگر اس کا عمل ابدی ہے۔

تعلیمی مرحلہ اور تدریسی خدمات

آپ نے جن بڑے بڑے اساتذہ سے علم حاصل کیا وہ یہ ہیں:

حافظ محمد محدث گوندلوی، حافظ محمد اسحاق (حسین خان والا)، مولانا محمد داؤد انصاری رحمانی، مولانا عبدالرحمٰن نومسلم (کراچی)،

اور بھی اساتذہ ہونگے جن کو میدان تدریس میں زیادہ شہرت نہ ملی ہو۔ آپ نے میٹرک، فاضل عربی، فاضل فارسی کے امتحانات پرائیویٹ امیدوار کی حیثیت سے دیئے اور نتائج میں کامیابی حاصل کی۔ آپ نے عمر عزیز کے پچاس سال تدریسی مصروفیات میں گزارے۔ اس طویل عرصہ میں سینکڑوں طلبہ نے آپ سے علمی فیض پایا اور زیور علم سے آراستہ ہوئے اور پھر انہوں نے اپنی ضیاپاشیوں سے ایک عالم کو روشن کیا۔

آپ نے درج ذیل مقامات پر تدریسی خدمات سرانجام دیں۔

مولانا مرحوم اپنی تفسیر قرآن کے مقدمہ میں زیرعنوان سخن ہائے گفتنی صفحہ ۳۴۔۳۵ پر لکھتے ہیں ۱۹۴۴ میں اوڈانوالہ میں جناب حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب نے مسند تدریس پر علمی خدمت کیلئے بٹھادیا تھا۔ اللہ پاک ان کی قبر کو منور فرمائے ان کی لغزشوں کو معاف فرمائے آمین۔

چنانچہ سلسلہ تدریس بحمد للہ نصف صدی تک جاری رہا۔

۱) مدرسہ تعلیم الاسلام اوڈانوالہ 14 سال
۲) جامعہ سلفیہ فیصل آباد 10 سال
۳) جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن 4 سال
۴) جامعہ رحمانیہ 1 سال
۵) مدرسہ تدریس القرآن والحدیث (روپڑی) 2 سال
۶) جامعہ رحمانیہ لاہور 2 سال
۷) جامعہ ابی بکر کراچی 1 سال
۸) جامعہ اہلحدیث میاں صاحب (کراچی) 1 سال
۹) جامعہ قدوسیہ، کوٹ رادھا کشن 13 سال

یہ وہ بابرکت اور خوش نصیب درس گاہیں ہیں جن کو آپ نے علم کا چمنستان بنادیا۔ آج وہاں سے علوم و معارف کی خوشبو بکھر رہی ہے۔ آپ کے مشہور تلامذہ یہ ہیں:

مولانا عبدالحمید ہزاروی، مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمۃ اللہ علیہ، مولانا عبداللہ راولپنڈی، مولانا ارشاد الحق اثری، پروفیسر محمد ظفر اللہ (جامعہ ابی بکر کراچی)، مولانا قدرت اللہ فوق، مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروزپوری، حافظ فتح محمد فتحی، عبدالمجید سناٹوی، مولانا محمد علی جانباز سیالکوٹ، پروفیسر غلام نبی (راقم)۔

قلمی خدمات

آپ ترجمہ و تالیف کا بہت عمدہ ذوق رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے علم کو صرف مدارس دینیہ تک ہی محدود نہیں رکھا۔ بلکہ آپ نے قلم و قرطاس سے بھی کام لیا۔ اور اشاعت علم و وسعت بخشی۔ کیونکہ جو علوم و معارف تحریر کی زد میں آجائیں وہ دوام پا جاتے ہیں۔ لوگ ہمیشہ ان سے استفادہ کرتے رہتے ہیں۔

یلوح الخط فی القرطاس دھرا
وکاتبہ رمیم فی التراب

آپ نے اس تحریری کام کو مستقل بنیادوں پر چلانے کیلئے ایک ادارہ بنام ضیاء السنہ قائم کیا اور متعدد چھوٹی بڑی عربی کتابوں کے اردو میں ترجمے کئے، مثلاً

۱) اردو ترجمہ ریاض الصالحین (شرف الدین نووی) یہ احادیث نبویہ کا انتخاب ہے۔
۲) حج نبوی (اردو ترجمہ حجۃ النبی) تالیف علامہ ناصر الدین البانی
۳) نماز نبوی (اردو ترجمہ صفۃ صلاۃ النبی) البانیؒ
۴) قبروں پر مسجدیں بنانا اور اسلام ازالبانیؒ
۵) نماز تراویح، اردو ترجمہ صلاۃ التراویح از البانیؒ
۶) محمد بن عبدالوہاب (اردو ترجمہ، تالیف احمد بن عبدالغفور عطاء)
۷) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا دور ابتلاء (ترجمہ محنۃ الامام احمد بن حنبل)
۸) اردو ترجمہ، شرح العقیدہ الواسطیہ
۹) افکار صوفیاء، اردو ترجمہ الفکر الصوفی، تالیف شیخ عبدالرحمٰن عبدالخالق
۱۰) اردو ترجمہ، مشکوٰۃ المصابیح
۱۱) عقیدہ اہل سنت والجماعت، اردو ترجمہ، تالیف امام ابن تیمیہ
۱۲) ترجمہ، الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطان

اس ادارے کو ایک شرف بھی حاصل ہے کہ اس کی طرف سے جامع ترمذی کی شرح تحفۃ الاحوذی کو شائع کیا گیا ہے۔ یہ بہت بڑی علمی خدمت ہے یہ شرح علامہ عبدالرحمٰن مبارک پوری نے مرتب کی ہے۔ جو مسلم دنیا میں فن حدیث کے امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔ مولانا حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے۔ آپ نے سعودی عرب کے مشہور شہروں کو دیکھا۔ ریاض اور درعیہ بھی گئے۔ وہاں اہل علم سے ملاقاتیں کیں۔ مولانا عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد حنیف ندوی اور مولانا محمد اسحاق

بھٹی کے ساتھ ان کا دلی لگاؤ تھا۔ ان کے پاس ان کا آنا جانا بھی تھا۔ آپس میں ایک دوسرے کیلئے خلوص ومحبت کے جذبات رکھتے تھے۔ مولانا ندوی کے اسلوب نگارش کو بنظر تحسین دیکھتے تھے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو اپنا فکری رہنما سمجھتے تھے۔ ان کی تالیفات کو ہدایت کی روشن قندیلیں قرار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی ترجمانی کیلئے چن لیا تھا۔ قرآن کی مجسم تفسیر تھے۔ اسی لئے ارض وسماء والوں نے ان کو ترجمان القرآن کہا۔ حضرت امیر المجاہدین صوفی محمد عبداللہ کو اپنا محسن ومربی کہتے تھے۔ زندگی کے آخری دور میں اپنے آپ کو خدمت قرآن کیلئے وقف کر دیا۔ آپ نے قدیم وجدید تفاسیر کو پیش نظر رکھ کر قرآن حکیم کی تفسیر اصدق البیان لکھی۔ اپنی تمام ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر علمی نکات بیان کئے۔ رائج الوقت عام فہم اردو زبان میں لکھا۔ قاری کیلئے قرآن فہمی میں بہت آسانی پیدا کر دی۔ اس تفسیر کی پانچ جلدیں چھپ چکی ہیں۔ تفسیر کی چھپائی کا کچھ کام باقی ہے۔ امید ہے وہ بھی جلد زیور طبع سے مزین ہو کر منظر عام پر آ جائے گا۔ مولانا مرحوم اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ زندگی کے آخری لمحات تک بتوفیق الٰہی اپنے مشن (تبلیغ اسلام) کی تکمیل کے لئے متحرک اور سرگرم رہے۔ انہوں نے ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ اور آیت قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین کا عملی نمونہ پیش کیا۔

اور انہیں لوگوں کے بارے میں قرآن کا اعلان ہے اولئک هم المفلحون

کہ یہی لوگ کامیاب وکامران ہیں۔

بقیہ: کائنات کھیل تماشا نہیں

حیات طیبہ ہمارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ زندگی کے تمام شعبے ان کی عطا کردہ رہنمائی کے مطابق بسر کرو۔ اسی کا نام عبادت، اسی کا نام دین اور اسی کا نام ایمان ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے اسی در اقدس سے اس کائنات میں آنے کا مقصد سیکھ کر دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں میں سے اعلیٰ درجے کی نعمت اللہ کریم کا راضی ہونا ہے۔ ارشاد ہوا:

رضوان من الله اكبر

اللہ کی رضا سب سے بڑی نعمت ہے۔ گویا یہ کائنات انسان کیلئے بنی ہے اور انسان اپنے پروردگار کی رضا اور خوشنودی کیلئے بنایا گیا۔ تاریخ انسانی کی سب سے کامیاب جماعت نے پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وعمل سے کائنات کی تخلیق کو سمجھا اور اپنی زندگیوں کو رضائے الٰہی کے حصول کیلئے وقف کر دیا۔ ان نفوس قدسیہ کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا اور کھانا پینا صرف رضائے الٰہی کے حصول کیلئے وقف ہو کر رہ گیا۔ قرآن اعلان کرتا ہے:

يبتغون فضلا من الله ورضوانا

وہ اللہ کی رضا اور اس کے فضل کے متلاشی رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جب ایک مغلوب کافر نے تھوکا تو آپ نے یہ کہہ کر اسے آزاد کر دیا۔ میں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہتا جو اللہ کی رضا کے حصول سے خالی ہو۔ اس کائنات کی تخلیق کے مقصد کی معرفت نے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کو دنیا، جنت اور اللہ کی رضا جیسی نعمتوں سے نوازا۔ مگر ہماری غفلت اور جہالت نے ہمیں غیروں کی غلامی میں جکڑ دیا۔

بقیہ: رسول اللہ مستشرقین کی نظر میں

لوگ ہمیشہ شریک ہوتے جو وہاں موجود ہوتے ان کے باہر ایک چھپر (صفہ) تھا۔ جہاں اسے متعدد طلباء اور غریب افراد موجود رہتے۔ جن کی گزر وبسر کا تمام تر انحصار انہی کی فیاضی پر منحصر تھا۔ (نقوش ص:۵۴۶)

(۶) ڈیون پورٹ (Deven Port)

آپ کے مشن یعنی تبلیغ اسلام کی حقانیت اور آپ کی مساعی جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے: محمد ﷺ کو بلا شک وشبہ اپنے مشن کی سچائی پر یقین تھا وہ اس پر مطمئن تھے کہ اللہ کے فرستادہ ہونے کی حیثیت سے انہوں نے ملک کی تعمیر و اصلاح کی ہے۔ ان کا اپنا مشن نہ تو بے بنیاد تھا اور نہ ہی فریب وہی جھوٹ وافتراء پر مبنی تھا۔ بلکہ اپنے مشن کی تعلیم وتبلیغ میں نہ کسی لالچ یا دھمکی کا اثر قبول کیا اور نہ زخموں اور تکالیف کی شدتیں ان کی راہ میں رکاوٹ بن سکیں۔ وہ سچائی کی تبلیغ مسلسل کرتے رہے۔

(APOLOGY FOR MOHAMMAD AN QUR'AN (P:P133.134

اس وقت ہمارا قومی مزاج یورپ کی نقالی اور اس کی غلامی سے عبارت ہو چکا ہے۔

ہم اپنے اخلاق وعادات اور رسم ورواج کو یورپ کے مطابق ڈھالنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ اہل اسلام نے جو کچھ بھی آپ کے متعلق لکھا شاید وہ ہمارے نزدیک مشکوک ہو۔ لیکن مستشرقین نے اپنی جن آراء کا اظہار کیا ہے ان کی تحققات کا آئینہ دار ہے۔ آپ کی سیرت کے جو پہلو ان اہل علم نے اجاگر کئے ہیں۔ ان پر بھی عمل شروع کر دیں۔ امید واثق ہے کہ یہ ہماری نجات کیلئے کافی ہوگا۔